گلکاریاں

فراق گورکھپوری





ہند

پاکٹ

بکس

پرائیویٹ لمیٹڈ
جی۔ٹی۔روڈ
شاہدرہ۔دہلی ۳۲

سن رائز لیتھو پریس۔ دلی

GULKARJAN

POETRY

'FIRAQ' GORAKHPURI

قیمت ایک روپیہ

دو لفظ

اردو شاعری میں آج تک تضمینوں یا خمسوں کی کوئی کتاب نہ تصنیف ہوئی نہ شائع ہوئی۔ جب اپنے یا کسی اور شاعر کے کسی شعر پر خمسہ کی شکل میں تضمین کی جاتی ہے تو اس شعر کے پہلے مصرعے کو مصرعِ طرح کی طرح استعمال کیا جاتا ہے اور شعر پر تین مصرعے اس طرح لگائے جاتے ہیں کہ شعر میں جو خیال یا کیفیت ہے اس سے لگائے ہوئے مصرعے شیر و شکر کی طرح مل جائیں۔ موجودہ دور میں اردو کے مشہور ترین شاعر فراقؔ گورکھپوری نے خمسے لکھے ہیں کچھ اپنے اشعار پر۔ لیکن بہت زیادہ دوسروں کے اشعار پر۔ فراقؔ صاحب نے ہر شعر و شاعر کی روح میں اپنی روح کو تحلیل کر دیا۔ اور اس کی آواز میں یا لے میں اپنی آواز اور لے ملا دی ہے۔ ہر خمسہ ایک پوری اکائی بن گیا ہے۔ اور ہر شعر کا لطف کئی گنا بڑھ گیا ہے۔ اس زمانے کا کوئی اور شاعر شاید اس حسن و خوبی سے اپنے یا دوسروں کے شعر پر مصرعے نہیں لگا سکتا جس طرح گھونگھٹ پر ایسی گوٹ یا جھالر لگا دیتے ہیں کہ پورا گھونگھٹ چمک اٹھتا ہے اسی طرح فراقؔ نے ہر شعر پر جگمگاتی ہوئی گوٹ یا جھالر لگا دی ہے۔

بیٹھ جاتے ہیں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے
ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے

حفیظ جونپوری

جو کرن ہوتی ہے برچھی کی انی ہوتی ہے
دھوپ میں جانِ مسافر پہ بنی ہوتی ہے
خاک پھانکیں تو وہ ہیرے کی کنی ہوتی ہے
بیٹھ جاتے ہیں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے
ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جس کے دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو

——— غالب

ستم رانی فلک کی ایک عالم میں مُسلّم ہے
ہر اک کی زندگی جس کی بدولت وقفِ ماتم ہے
تمھاری مہربانی کا مگر کچھ اور عالم ہے
یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

دِل پہ وہ آنکھ پڑی بے آواز
چور کے پاؤں نہیں ہوتے ہیں

——— فراق

دِل کی چوری بھی رہے گی اِک راز
تھی سبک رَو نگہِ نرگسِ ناز
بے صَدا شوخیِ رم کا تھا ساز
دل پہ وہ آنکھ پڑی بے آواز
چور کے پاؤں نہیں ہوتے ہیں

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

ذوقؔ ———

ایک دن کوُچ زمانے ہی سے کر جائیں گے
جانبِ مُلکِ عدم خاک بسر جائیں گے
جان ہی سے غمِ دُنیا میں گزُر جائیں گے
اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

غالبؔ چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہوں روزِ ابر و شبِ ماہتاب میں
—— غالبؔ

باقی نہیں شباب پر اب بھی کبھی کبھی
سب ہے خیال و خواب پر اب بھی کبھی کبھی
ہستی ہے اک سراب پر اب بھی کبھی کبھی
غالبؔ چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہوں روزِ ابر و شبِ ماہتاب میں

رات بھر شمع سر کو دھنتی رہی
کیا پتنگے نے التماس کیا

—— میر

ایک بے لفظ کی کہانی تھی
محوِ صد سوز و ساز کر ہی گئی
کچھ عجب کیفیت تھی محفل کی
رات بھر شمع سر کو دھنتی رہی
کیا پتنگے نے التماس کیا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا
——— مومنؔ

تم سے شکوہ نہیں جدائی کا
ہو کے تنہا بھی میں نہیں تنہا
ہائے رے معجزہ تصوّر کا
تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

تمام شبنم و گُل ہے وہ سر سے تا بہ قدم
رُکے رُکے سے کچھ آنسو رُکی رُکی سی ہنسی

——— فراقؔ

نکل رہا ہے سراپا میں اس کے کیا عالم
تمام موجِ تبسّم و دیدۂ پُر نم
تمام خندۂ پیہم تمام رقّتِ غم
تمام شبنم و گُل ہے وہ سر سے تا بہ قدم
رُکے رُکے سے کچھ آنسو رُکی رکی سی ہنسی

کھلے ہیں پھول جو روئی ہے رات بھر شبنم
ہنسی نہیں ہے حسینوں کا مسکرا دینا

——— رنگ بہادر لال جگر گورکھپوری

ہر ایک رات ہے دنیاء باغ کی شبِ غم
سکوتِ اہلِ چمن ایک داستانِ الم
پسِ غروب گلستاں ہے محفلِ ماتم
کھلے ہیں پھول جو روئی ہے رات بھر شبنم
ہنسی نہیں ہے حسینوں کا مسکرا دینا

خدا جانے یہ دُنیا جلوہ گاہِ ناز کس کی ہے
ہزاروں اُٹھ گئے پھر بھی وہی رونق ہے محفل کی

——اسیر

نہیں کھلتا یہ دنیا داستانِ راز کس کی ہے
ازل سے تا ابد گونجی ہوئی آواز کس کی ہے
محیطِ شش جہت یہ بزمِ سوز و ساز کس کی ہے
خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہِ ناز کس کی ہے
ہزاروں اُٹھ گئے پھر بھی وہی رونق ہے محفل کی

کون تھا آپ سے جو باہر تھا
آپ آتے تو آپ کا گھر تھا

——— مُضطر خیرآبادی

آپ ہی کو رُکاؤ اکثر تھا
اک نہ اک عذر ہی برابر تھا
ورنہ سینہ کھُلا ہوا در تھا
کون تھا آپ سے جو باہر تھا
آپ آتے تو آپ کا گھر تھا

یار کا صبح پر ہے وعدۂ وصل
ایک شب اور بھی جئے ہی بنے

مصحفی

یوں تو اچھی خبر ہے وعدۂ وصل
آزمائش مگر ہے وعدۂ وصل
سوزِ قلب و جگر ہے وعدۂ وصل
یار کا صبح پر ہے وعدۂ وصل
ایک شب اور بھی جئے ہی بنے

کھینچ کر تیغ یار آیا ہے
اس گھڑی سر جھکا دئے ہی بنے

مصحفی

مژدۂ وصلِ یار آیا ہے
مثلِ بادِ بہار آیا ہے
بعد صد انتظار آیا ہے
کھینچ کر تیغ یار آیا ہے
اس گھڑی سر جھکا دئے ہی بنے

جام اس ہاتھ سے لئے ہی بنے
اِذن دیتا ہے وہ پیٔے ہی بنے
——— فراقؔ

گنہہِ مے کشی کیٔے ہی بنے
عذرِ توبہ کو اب پیٔے ہی بنے
لبِ انکار کو سیٔے ہی بنے
جام اس ہاتھ سے لئے ہی بنے
اِذن دیتا ہے وہ پیٔے ہی بنے

کچھ اشارہ سا اُن نگاہوں میں
اے فراقؔ اب گنُہ کیے ہی بنے
فراقؔ ـــــــــ

ایک دل اور دو سیاہوں میں
کیا بچے کوئی بے پناہوں میں
رہیئے کس طرح عُذر خواہوں میں
کچھ اشارہ سا اُن نگاہوں میں
اے فراقؔ اب گنُہ کیے ہی بنے

ہاں ہاں تمہارے حسن کی کوئی خطا نہیں
میں حسنِ اتفاق سے دیوانہ ہو گیا

——— نامعلوم

ہاں ہاں تمہارے حسن نے کچھ بھی کہا نہیں
ہاں ہاں تمہارے حسن سے کوئی گِلا نہیں
ہاں ہاں تمہارے حسن سے ایسا ہوا نہیں
ہاں ہاں تمہارے حسن کی کوئی خطا نہیں
میں حسنِ اتفاق سے دیوانہ ہو گیا

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دِوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری[1]

—— راجہ رام نرائن موزوں

اس اِک مُشتِ غبارِ ناتواں میں جان ہی کیا تھی
عظیم اِک سانحہ ہے لیکن اِک عاشق کا اُٹھنا بھی
کچھ اور اس دشتِ وحشت کی اُداسی بڑھ گئی ہوگی
غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دِوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

---

[1] نواب سراج الدولہ کی شہادت پر راجہ رام نرائن موزوں صوبہ دار عظیم آباد نے یہ شعر فی البدیہہ کہا تھا۔ یہ پُر درد شعر اُردو کے مشہور ترین اشعار میں ہے۔ اس شعر نے دو سو برس سے دلوں کے زخم کو تازہ رکھا ہے۔ فراق

اٹھلاتی لجاتی مسکراتی
کس ناز سے ہے بہار آتی

——— جوالا پرشاد برق

ہر غنچے میں چٹکیاں بجاتی
دامن سے ہزاروں گُل کھلاتی
خوابیدہ زمین کو جگاتی
اٹھلاتی لجاتی مسکراتی
کس ناز سے ہے بہار آتی

ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا
بات پہونچی تری جوانی تک
—— فانیؔ

تھا بیاں شوخی و شرارت کا
فتنہ خیزانِ سرو قامت کا
ناز و انداز کا نزاکت کا
ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا
بات پہونچی تری جوانی تک

کہت کبیرؔ سُنو بھائی سادھو
موت گرُو جگ چیلا

——مہاتما کبیرؔ داس

دُکھی سُکھی دو دن کو ہو لو
کھا لو پی لو ہنس لو رو لو
پھر بھی کب تک یہ لیلا ہو
کہت کبیرؔ سُنو بھائی سادھو
موت گرُو جگ چیلا

کبرا کھڑا بجار[1] میں مانگے سب کی کھیر[2]
نا کاہو سے دوستی نا کاہو سے بَیر

——— مہاتما کبیر داس

پکھ نہ متائی[3] سے ملے نا کچھ دید ے بیر
نا یاں کاہو آپنا نا یاں کاہو گیر[4]
مایا نگری میں سبھی کر لیں دو دن سیر
کبرا کھڑا بجار میں مانگے سب کی کھیر
نا کاہو سے دوستی نا کاہو سے بَیر

---

1. بازار 2. خیر، بھلائی 3. دوستی 4. غیر

گو ہاتھ کو جُنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

—— غالب

ان کو جو اُٹھاتے ہو صریحاً یہ ستم ہے
بے تاب و تواں ہوں یہی غم کون سا کم ہے
پینا نہیں ممکن ہے تو پینے کا بھرم ہے
گو ہاتھ کو جُنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

امی[1]، ہلاہل[2]، مد[3] بھرے، شویت[4]، شیام[5]، رتنار[6]
جئت مرت جھک جھک پرت[7] جہی[8] چتوت[9] اک بار

— بہاری

سو ابرن سنگار ہے ایک نین سنگار
یہ ادبھت[10] بیوہار ہے یہ ادبھت بیوپار
تین رنگ کے تین رس چھلکیں بارمبار[11]
امی ہلاہل مد بھرے شویت شیام رتنار
جئت مرت جھک جھک پرت جہی چتوت اکبار

---

[1] امرت [2] زہر [3] شراب [4] اُجلے [5] سیاہ [6] گلابی [7] پڑتا ہے
[8] جسے [9] دیکھ لے [10] عجیب [11] بار بار

نیا گھاؤ ہے پریم کا جو چمکے دن رات
ہونہار بروان کے چکنے چکنے پات

—— فراقؔ

ساجن گئے بابیس کو رہ کے ساتھ اک رات
ہر کومل مُسکان میں تھے سو سو آگھات
جاتے جاتے دے گئے چوٹوں کی سوغات
نیا گھاؤ ہے پریم کا جو چمکے دن رات
ہونہار بروان کے چکنے چکنے پات

لکڑی جل کوئلا بھئی کوئلا جل بھئی راکھ
میں پاپن ایسی جلی کوئلا بھئی نہ راکھ

——— نامعلوم (مشہور دوہا ہے)

جلی اُجالے پاکھ میں جلی اندھیرے پاکھ
سیت کال برکھا جلی جلی جیٹھ بیساکھ
جو تھا لِکھا للاٹ[1] کا کون سکے وہ بھاکھ[2]
لکڑی جل کوئلا بھئی کوئلا جل بھئی راکھ
میں پاپن ایسی جلی کوئلا بھئی نہ راکھ

---

[1] پیشانی یا قسمت [2] اُسے کون پڑھ سکتا ہے

بُھلا بھی دے جو کوئی بات ہو گئی پیارے
نئے چراغ جلا رات ہو گئی پیارے

—— جالب دہلوی

یہ کم نہیں کہ ملاقات ہو گئی پیارے
جو تو اُداس ہے کیا بات ہو گئی پیارے
عجیب صورتِ حالات ہو گئی پیارے
بُھلا بھی دے جو کوئی بات ہو گئی پیارے
نئے چراغ جلا رات ہو گئی پیارے

تھا کبھی دورِ اسیرانِ قفس کا صیّاد
اب تو اک پھول کو محتاج ہیں گلشن کیسا

تعشق لکھنوی

ہم کبھی اپنے نشیمن میں تھے شاد و آباد
ہم وطن تھے گُلِ صد رنگ و عنادل صیاد
اتفاقاتِ زمانہ سے پڑی یہ افتاد
تھا کبھی دورِ اسیرانِ قفس کا صیاد
اب تو اک پھول کو محتاج ہیں گلشن کیسا

ٹک دیکھ لیں چمن کو چلو لالہ زار تک
کیا جانے پھر جئیں نہ جئیں ہم بہار تک

—— میر حسن

ہو آئیں ایک بار گلوں کے دیار تک
رکھنا ہے خاص نوک پلک خار خار تک
رنگینیاں ہیں گلشنِ زرّیں نگار تک
ٹک دیکھ لیں چمن کو چلو لالہ زار تک
کیا جانے پھر جئیں نہ جئیں ہم بہار تک

بس یہی ہے مآلِ عشق اے دوست
کچھ مجھے غم ہے کچھ تمھیں غم ہے

——— فراقؔ

کیا بتاؤں مآلِ عشق اے دوست
اکثر آیا خیالِ عشق اے دوست
کیا کہوں تم سے حالِ عشق اے دوست
بس یہی ہے مآلِ عشق اے دوست
کچھ مجھے غم ہے کچھ تمھیں غم ہے

خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم
انیسؔ ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

—— انیسؔ

ذرا سی بات میں ہو جاتی ہے مژہ پُر نم
ذرا سی بھول سے اُترے دلوں میں نشترِ غم
خفیف اشاروں سے چل چل گئے ہیں تیغِ ستم
خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم
انیسؔ ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

بُتوں کی بھی یہ یاد دو روز ہے
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

—— میر سجّادؔ شاگردِ آبروؔ

یہ نغمہ یہ فریاد دو روز ہے
یہ آباد برباد دو روز ہے
کوئی شاد ناشاد دو روز ہے
بُتوں کی بھی یہ یاد دو روز ہے
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

پسِ معشوق مرنا عشق کو بدنام کرنا ہے

خدا مجنوں کو بخشے مر گیا اور ہم کو مرنا ہے[1]

——— شادؔ لکھنوی پیروِ میرؔ

ہمیں بھی بحرِ ہستی سے کسی دن پار اترنا ہے

ہمیں معلوم ہے قرضِ محبّت ہم کو بھرنا ہے

جدھر سے پیش رَو گزرے ادھر ہی سے گزرنا ہے

پسِ معشوق مرنا عشق کو بدنام کرنا ہے

خدا مجنوں کو بخشے مر گیا اور ہم کو مرنا ہے

---

[1] لیلیٰ اور مجنوں کا عشق مشہور ہے۔ لیکن لیلیٰ کے مرنے کے بعد بہت دنوں تک مجنوں جیتا رہا۔

سو حسرتوں سے پوچھنا میرا کہ جاؤ گے؟
اُن کا وہ ایک ناز سے کہنا کہ ہاں چلے

—— ذکی دہلوی شاگردِ غالبؔ

کس دل سے اُن سے پوچھتے ہم پھر کب آؤ گے
کچھ دیر رہ کے پاس مرا غم بٹاؤ گے
کچھ تم مری سُنو گے کچھ اپنی سناؤ گے
سو حسرتوں سے پوچھنا میرا کہ جاؤ گے؟
ان کا وہ ایک ناز سے کہنا کہ ہاں چلے

یہی جگت کی ریت ہے یہی جگت کی نیت
مَن کے ہارے ہار ہے من کے جیتے جیت

——— فراقؔ

اے فراقؔ اس بات کو گئے بہت دن بیت
اک بیراگی ایک دن گاتا تھا یہ گیت
گاتا تھا سب کے لئے بیری ہو یا میت
یہی جگت کی ریت ہے یہی جگت کی نیت
من کے ہارے ہار ہے من کے جیتے جیت

آنکھیں چھت سے لگ گئیں ایسے پڑے بیمار
وہ آنکھیں جب سے پھریں بھولے لیل و نہار

—— فراق

شامیں بھی رنگین تھیں صبحیں بھی گلنار
بادِ چمن کے ساتھ تھی جب اپنی رفتار
اب کچھ روزوں سے مرا پوچھ نہ حالِ زار
آنکھیں چھت سے لگ گئیں ایسے پڑے بیمار
وہ آنکھیں جب سے پھریں بھولے لیل و نہار

اے مصحفیؔ میں روؤں کیا اگلی صحبتوں کو
بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں

مصحفیؔ

تم پوچھتے ہو مجھ سے میری مصیبتوں کو
رو پیٹ کر ہوں بیٹھا صدہا مسرّتوں کو
واپس بلاؤں کیسے ماضی کی عشرتوں کو
اے مصحفیؔ میں روؤں کیا اگلی صحبتوں کو
بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں

اب نہ وہ صحبت نہ وہ جلسے نہ وہ لطفِ سخن
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا[1]

—— شبلی

اب نہ وہ گل ہیں نہ وہ گلشن نہ وہ اہلِ چمن
اب ہے سناٹا جہاں جمتا تھا رنگِ انجمن
نذرِ دوراں ہو گئی اب تو وہ بزمِ فکر و فن
اب نہ وہ صحبت نہ وہ جلسے نہ وہ لطفِ سخن
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

---

[1] یہ مصرع خواجہ میر درد کا ہے۔ شبلی نے اس پر گرہ لگائی ہے۔

اب تو جاتے ہیں میکدے سے میرؔ
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

—— میرؔ

یاد جب سے ہے ہم یہیں تھے میرؔ
ایک مُدّت سے تھے یہیں کے میرؔ
اور کچھ دن یہیں گزرتے میرؔ
اب تو جاتے ہیں میکدے سے میرؔ
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

آج تو کفرِ عشق چونک اُٹھا
آج تو بول اُٹھے ہیں بتخانے

فراقؔ ـــــــ

میں تماشاءِ بتکدہ کو گیا
ہر طرف معجزوں کا عالم تھا
لَو پہ لَو دے رہی ہو جیسے فضا
آج تو کفرِ عشق چونک اُٹھا
آج تو بول اُٹھے ہیں بتخانے

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

——خواجہ میر دردؔ

آنے والی ہے صدا اب اُٹھتے جاؤ
میکدہ خود ہم سے کہتا تھا کہ آؤ
رات بھر تھا دورِ بادہ سے لگاؤ
ساقیا اب لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

کر رہی ہے در حقیقت کام ساقی کی نظر
میکدے میں گردشِ ساغر برائے نام ہے
—— ماہرالقادری

کوئی اس سے بے خبر ہے اور کوئی باخبر
کون سی شے دورِ بزمِ بادہ میں ہے کارگر
حال و قالِ میکشانِ شب میں ہے کس کا اثر
کر رہی ہے در حقیقت کام ساقی کی نظر
میکدے میں گردشِ ساغر برائے نام ہے

چُن چُن کنکڑ محل اُٹھایا لوگ کہیں گھر میرا
نا گھر تیرا نا گھر میرا چڑیا رین بسیرا

—— نامعلوم (مشہور لوک گیت)

ایک گدا کل گاتا نکلا گھر گھر کرتا پھیرا
یہ دُنیا آنی جانی ہے کہاں ڈالئے ڈیرا
دُکھ سُکھ دونوں پرچھائیں ہیں جیسے سانجھ سویرا
چُن چُن کنکڑ محل اُٹھایا لوگ کہیں گھر میرا
نا گھر تیرا نا گھر میرا چڑیا رین بسیرا

مجھے پا کے تنہا مری بیکسی
سرِ شام بستر لگا جائے ہے
——فراق

مری زندگی ہے کوئی زندگی
کسی کی رفاقت نہ امداد ہی
اُسی پر مجھے روز نیند آ گئی
مجھے پا کے تنہا مری بیکسی
سرِ شام بستر لگا جائے ہے

مرے آتے ہی فوراً آنکھ اُٹھ جاتی ہے ساقی کی
وہ میکش ہوں کہ استقبال کو پیمانہ آتا ہے

— جلیل

ہے وجہِ رشک اوروں کے لئے بادہ کشی اپنی
مری تقلید میں نوشی ہزاروں میکشوں نے کی
مگر یہ طرز میخواری کسے آئی کہاں آئی
مرے آتے ہی فوراً آنکھ اُٹھ جاتی ہے ساقی کی
وہ میکش ہوں کہ استقبال کو پیمانہ آتا ہے

یوں جزوِ زندگی ہے کسی بیوفا کی یاد
جیسے کوئی شراب ملا دے شراب میں

—— وامق جونپوری

کل کس سے کہہ رہا تھا میں یہ عشقِ خُوش نہاد
کام و دہن کے واسطے رکھتا ہے کیا سواد
پُرکیف ہے یہ سرخُوشی و غم کا اتّحاد
یوں جزوِ زندگی ہے کسی بیوفا کی یاد
جیسے کوئی شراب ملا دے شراب میں

اسی دن کو تو قتلِ عاشقاں سے منع کرتے تھے[1]
اکیلے پھر رہے ہو یوسفِ بے کارواں ہو کر

—— وزیرؔ لکھنوی

تمھیں خونریزیٔ دلدادگاں سے منع کرتے تھے
ستم رانیٔ نازِ دلبراں سے منع کرتے تھے
برابر جورِ پنہاں و عیاں سے منع کرتے تھے
اسی دن کو تو قتلِ عاشقاں سے منع کرتے تھے
اکیلے پھر رہے ہو یوسفِ بے کارواں ہو کر

---

[1] وزیر کا مصرعہ تھا "اسی باعث تو قتلِ عاشقاں کو منع کرتے تھے"
بریلی میں ایک لڑکا پتنگ اڑا رہا تھا اس کے منہ سے بے ساختہ مصرع یوں نکلا ہے
"اسی دن کو تو قتلِ عاشقاں سے منع کرتے تھے"
دیکھئے ایک لڑکے نے استاد کے مصرع پر اصلاح دے دی
فراقؔ

ایک مُدّت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھُول گئے ہوں تجھے ایسا بھی نہیں
——فراقؔ

تیری روداد کسی نے بھی سنائی نہ ہمیں
تیری صورت بھی تصوّر نے دکھائی نہ ہمیں
تیری حالت بھی جدائی نے بتائی نہ ہمیں
ایک مُدّت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھُول گئے ہوں تجھے ایسا بھی نہیں

چھُپتا ہے کب چھپائے سے چہرہ عتاب کا
ہوتا چلا ہے رنگ گلابی نقاب کا

---عتیہ داغ بہ نظام حیدرآباد

ہے ہے کوئی جواب ہے اس آب و تاب کا
جس طرح پردہ پوش ہو شعلہ شراب کا
غیظ و غضب سے وہ دمک اُٹھنا شباب کا
چھُپتا ہے کب چھُپائے سے چہرہ عتاب کا
ہوتا چلا ہے رنگ گلابی نقاب کا

رات کے پردوں میں چھُپ چھُپ کر جو ہوتی تھیں کبھی
چُٹکیاں لیتی ہے دل میں اُن مُلاقاتوں کی یاد

— اخترؔ شیرانی

یادِ ایام کہ تھی توفیقِ قربِ دوست کی
اب نہ وہ راتیں نہ وہ باتیں نہ اب وہ سرخوشی
اب نہ وہ آغوش آرا اب نہ وہ آغوش ہی
رات کے پردوں میں چھُپ چھُپ کر جو ہوتی تھیں کبھی
چُٹکیاں لیتی ہے دل میں اُن مُلاقاتوں کی یاد

گبرا کھڑا بجار میں لئے لُوا ٹھا[1] ہاتھ
جو جارے[2] گھر آپنا چلے ہمارے ساتھ

—— مہاتما کبیر داس

دھن دولت گھر بار کچھ جائے نہ اپنے ساتھ
داہ[3] کرم کر دیجئے ان کا اپنے ہاتھ
جھوٹھی مایا کے سمکھ کون جھکاوے ماتھ
گبرا کھڑا بجار میں لئے لُوا ٹھا ہاتھ
جو جارے گھر آپنا چلے ہمارے ساتھ

---

[1] جلتی ہوئی لکڑی [2] جلانا چاہے [3] مُردے کو جلانے کے رسوم

زمانے بھر میں رسوا ہوں مگر اے وائے نادانی
سمجھتا ہوں کہ رازِ عشق میرے رازداں تک ہے
—— ڈاکٹر اقبال

پشیماں ہو کے بھی مجھ کو نہیں ہوتی پشیمانی
پریشاں ہو کے بھی مجھ کو نہیں ہوتی پریشانی
ہر اِک افسانۂ خوش فہمیِ اُلفت ہے طولانی
زمانے بھر میں رسوا ہوں مگر اے وائے نادانی
سمجھتا ہوں کہ رازِ عشق میرے رازداں تک ہے

ہر شام ہوئی صبح کو اِک خواب فراموش
دُنیا یہی دُنیا ہے تو کیا یاد رہے گی
—— یاس یگانہ چنگیزی

وہ بزم طرب، نغمہ و مے مُدّعیِ ہوش
اُٹھتی ہوئی ساقی کی نظر میکدہ بردوش
لو رات گئی بات گئی ہو رہو خاموش
ہر شام ہوئی صبح کو اک خواب فراموش
دُنیا یہی دنیا ہے تو کیا یاد رہے گی

دل میں اس طرح سے ارمان ہیں آزادی کے
جیسے گنگا میں جھلکتی ہے چمک تاروں کی

—— چکبست لکھنوی

اس غلامی میں تو آثار ہیں بربادی کے
معنی ہی کیا ہیں غلاموں کے غم و شادی کے
نغمۂ ساز ہیں نالے کسی فریادی کے
دل میں اس طرح سے ارمان ہیں آزادی کے
جیسے گنگا میں جھلکتی ہے چمک تاروں کی

شکوہ کیا ستم کا تو نم دیدہ ہو گئے
تم تو ذرا سی بات میں رنجیدہ ہو گئے

—— فراقؔ

غم کے مسائل اور بھی پیچیدہ ہو گئے
جذبات خائف اور بھی ترسیدہ ہو گئے
تارِ نفس کچھ اور بھی لرزیدہ ہو گئے
شکوہ کیا ستم کا تو نم دیدہ ہو گئے
تم تو ذرا سی بات میں رنجیدہ ہو گئے

پھول خشک افسردہ سبزہ شمع چُپ بالیں اُداس
دل بھر آیا عالمِ گورِ غریباں دیکھ کر

تسلیم

اس دیارِ بیکسی میں زندگی کی بُو نہ باس
کچھ نہیں کہتی خموشی کیا گماں ہو کیا قیاس
کوئی آگے ہے نہ پیچھے دور ہے کوئی نہ پاس
پھول خشک افسردہ سبزہ شمع چُپ بالیں اُداس
دل بھر آیا عالمِ گورِ غریباں دیکھ کر

کہاں تک رازِ دل افشا نہ کرتا
مثل سچ ہے کہ مرتا کیا نہ کرتا

—— معروف

کچھ اپنے حق میں میں اچھا نہ کرتا
جو اک فریاد اِک نالہ نہ کرتا
بُرا کرتا اگر ایسا نہ کرتا
کہاں تک رازِ دل افشا نہ کرتا
مثل سچ ہے کہ مرتا کیا نہ کرتا

کیوں کاجل دے کاہے سنوارے
یہ نینا بن کاجل کارے[1]

——مشہور لوک گیت

کہتے ہیں آکاش کے تارے
کھائیں قسم دن کے اجیارے
پلکیں بھی کرتی ہیں اشارے
کیوں کاجل دے کاہے سنوارے
یہ نینا بن کاجل کارے

---

[1] کالے

کیا جُرم کیا واعظ تھوڑی سی جو پی لی ہے
ڈاکہ تو نہیں مارا چوری تو نہیں کی ہے

——— اکبر الہ آبادی

بس اتنے لئے مجھ پر یہ جھاڑ یہ دھمکی ہے
صلوات ہے طعنہ ہے پھٹکار ہے پھبتی ہے
سمجھا دے مجھے ہیں نے کون ایسی خطا کی ہے
کیا جُرم کیا واعظ تھوڑی سی جو پی لی ہے
ڈاکہ تو نہیں مارا چوری تو نہیں کی ہے

میخانے سے پلٹتے ہوئے شیخ جی ملے
پُوچھا کہاں گئے تھے تو بولے کہیں نہیں

۔۔۔ باسط بسوانی

کل اپنے گھر سے ہم جو یکایک نکل پڑے
کچھ دور چل کے ہم سرِ بازار آ گئے
سوچا کہ وقتِ شام ہے کچھ سیر ہی رہے
میخانے سے پلٹتے ہوئے شیخ جی ملے
پُوچھا کہاں گئے تھے تو بولے کہیں نہیں

دیکھا مکینِ کعبہ نے کب جلوۂ خدا
اتنا ہوا کہ سایۂ دیوار پا گیا

—— فراق

کعبے میں کچھ نہیں در و دیوار کے سوا
ہم باز آئے دوستو اِس سے تو بتکدہ
جو حج کو جا رہے ہیں سُنیں دھیان سے ذرا
دیکھا مکینِ کعبہ نے کب جلوۂ خدا
اتنا ہوا کہ سایۂ دیوار پا گیا[1]

---

[1] ساکنِ کعبہ کجا دولتِ دیدار کجا
ایں قدر ہست کہ در سایۂ دیوارے ہست —— عرفی

خدا کے واسطے زاہد اُٹھا پردہ نہ کعبے کا
کہیں ایسا نہ ہو یاں بھی وہی کافر صنم نکلے

——— غالبؔ

ارے آتا رہا آڑے بڑی مُدّت سے یہ پردا
جبھی تک خیر ہے جب تک کہ یہ پردا نہیں اُٹھتا
اسی پردے نے اب تک تیرے کعبے کا بھرم رکھا
خدا کے واسطے زاہد اُٹھا پردا نہ کعبے کا
کہیں ایسا نہ ہو یاں بھی وہی کافر صنم نکلے

جو ساجن میں جانتی پریت کیے دُکھ ہوئے
نگر ڈِھنڈھورا پیٹتی پریت نہ کریو کوئے

—— مشہور ہندی دوہا

کتنے دن آنسو بہے کوئی کب تک روئے
رو رو کر کب تک بھلا مُنہ آنسو سے دھوئے
پی کو بھی پاوے نہیں جان بھی اپنی کھوئے
جو ساجن میں جانتی پریت کیے دُکھ ہوئے
نگر ڈِھنڈھورا پیٹتی پریت نہ کریو کوئے

ہے اس میخانۂ عالم میں بیکاری بھی باکاری
جو خالی بیٹھے ہیں وہ عُمر کا پیمانہ بھرتے ہیں

—— پنڈت بشن نرائن در ابر

یہاں سو سو طرح سے کاروبار دہر ہے جاری
دو روزہ زندگی میں کیا ثواب اور کیا گنہگاری
عمل کا بوجھ ڈھونا بھی ہے آخر بار برداری
ہے اس میخانۂ عالم میں بیکاری بھی باکاری
جو خالی بیٹھے ہیں وہ عُمر کا پیمانہ بھرتے ہیں

چھم چھم تیرا آنا کیا ہے
سُوکھے دھانوں پانی پڑنا

—— فراق

ہستی کا مُرجھانا کیا ہے
ہستی کا کِھل جانا کیا ہے
تیری آہٹ پانا کیا ہے
چھم چھم تیرا آنا کیا ہے
سُوکھے دھانوں پانی پڑنا

تیرا دبے پاؤں آ جانا
جیسے رین دیپ[1] جل جائے

—— فراق

چاروں طرف اندھیرا چھانا
اندھکار میں جی گھبرانا
دل کا کچھ آہٹ سی پانا
تیرا دبے پاؤں آ جانا
جیسے رین دیپ جل جائے

---

[1] رات کا چراغ

آنسوؤں میں تری یاد کی جھلکیں
جیسے ندی پر دئے بہائیں

——— فراقؔ

برہ میں بھیگی بھیگی پلکیں
دل چھلکے آنکھیں بھی چھلکیں
آہیں نکلیں آنسو ڈھلکیں
آنسوؤں میں تری یاد کی جھلکیں
جیسے ندی پر دئے بہائیں

جھولے پر یوں پینگ لگانا
جیسے دیپ شِکھا[1] لہرائے

—— فراقؔ

بال کھول کر ساون گانا
کالی گھٹاؤں کا منڈلانا
تیرے آنچل کا لہرانا
جھُولے پر یوں پینگ لگانا
جیسے دیپ شِکھا لہرائے

---

[1] دیے کی لو

نہ کوئی وعدہ نہ کوئی یقین نہ کوئی اُمید
مگر مجھے تو ترا انتظار کرنا تھا

—— فراقؔ

بلا سے آئے نہ آئے مری نگاہ کی عید
خیالِ عشق کی تائید کیا ہو کیا تردید
نصیب ہوں کہ نہ ہوں وقفہ ہائے دید و شنید
نہ کوئی وعدہ نہ کوئی یقین نہ کوئی اُمید
مگر مجھے تو ترا انتظار کرنا تھا

زمانے کی گردش سے چارا نہیں ہے
زمانہ ہمارا تمھارا نہیں ہے
——عبرتؔ گورکھپوری

فلک نے کسے تیر مارا نہیں ہے
جگر کس کا یاں پارا پارا نہیں ہے
قضا پر کسی کا اجارا نہیں ہے
زمانے کی گردش سے چارا نہیں ہے
زمانہ ہمارا تمھارا نہیں ہے

مت پُوچھ یہ کہ رات کٹی کیونکہ تجھ بغیر
اس گفتگو سے فائدہ؟ پیارے گزر گئی

——سوداؔ

قسمت ہی میں نہ تھی ترے گلزارِ رُخ کی سیر
اے دوست ہم تو تیرے لئے تھے نہ کوئی غیر
جانے بھی دے ہوا سو ہوا جو بھی مجھ پہ، خیر
مت پُوچھ یہ کہ رات کٹی کیونکہ تجھ بغیر
اس گفتگو سے فائدہ؟ پیارے گزر گئی

اب دَورِ آسماں ہے نہ دَورِ حیات ہے
اے دردِ ہجر تُو ہی بتا کتنی رات ہے

— فراقؔ

کچھ شام ہی سے ٹھہری ہوئی کائنات ہے
گردش نہیں سپہر میں کیا آج بات ہے
بس میں ہوں اور ربِّ دو عالم کی ذات ہے
اب دَورِ آسماں ہے نہ دَورِ حیات ہے
اے دَردِ ہجر تُو ہی بتا کتنی رات ہے

دل کو اُمید و بیم کی دُنیا نہ کیجیے
خلوت کدے کو بزمِ تماشا نہ کیجیے

—— نامعلوم

بازارِ نفس میں کوئی سودا نہ کیجیے
اتنا متاعِ زیست کو سستا نہ کیجیے
اپنے سوا کسی کی تمنّا نہ کیجیے
دل کو اُمید و بیم کی دُنیا نہ کیجیے
خلوت کدے کو بزمِ تماشا نہ کیجیے

ہر چند بگولہ مضطر ہے اِک جوش تو اس کے اندر ہے
اِک وجد تو ہے اِک رقص تو ہے بیتاب سہی برباد سہی

—— اکبر الہ آبادی

یہ عشق کا صحرا ہے اے دل یاں جوش و خروش برابر ہے
جو ذرّہ ہوا میں اڑتا ہے اِک حال و قال کا دفتر ہے
مینارِ غبارِ پیچیدہ کیا ہمت افزا منظر ہے
ہر چند بگولہ مضطر ہے اِک جوش تو اس کے اندر ہے
اِک وجد تو ہے اِک رقص تو ہے بیتاب سہی برباد سہی

اس دشت کو نغموں سے گلزار بنا جائیں
جس راہ سے ہم گذریں کچھ پھول کھلا جائیں

—— فراقؔ

ہم وقت کے سینے میں اک شمع جلا جائیں
سوئی ہوئی دھرتی کے ذرّوں کو جگا جائیں
کچھ رنگ اُڑا جائیں کچھ رنگ جما جائیں
ہر دشت کو نغموں سے گلزار بنا جائیں
جس راہ سے ہم گذریں کچھ پھول کھلا جائیں

ساقی نے سب کو جام دیئے بھر کے بزم میں
ساغر جو ہم نے مانگا تو شیشہ ہلا دیا

——نظیرؔ اکبرآبادی

جلوے پہ جلوے جام منوّر کے بزم میں
میخوار تھے شریک برابر کے بزم میں
خاص اہتمام بادہ کشی کر کے بزم میں
ساقی نے سب کو جام دیئے بھر کے بزم میں
ساغر جو ہم نے مانگا تو شیشہ ہلا دیا

ہم نے جب وادیِ غربت میں قدم رکھا تھا
دور تک یاد وطن آئی تھی سمجھانے کو

—— وحید مانکپوری

ہم نے جب پہلے پہل رخت سفر باندھا تھا
در و دیوار کو باحسرت و غم دیکھا تھا
اک اِک منظرِ مانوس سے منہ موڑا تھا
ہم نے جب وادیِ غربت میں قدم رکھا تھا
دور تک یاد وطن آئی تھی سمجھانے کو

مزا ہے جوشِ جوانی میں سر پٹکنے کا
لہو میں پھر یہ روانی رہے رہے نہ رہے

—— چکبست

اُمید و بیم سے ہے لطف دل دھڑکنے کا
کبھی رسائیِ در کا کبھی بھٹکنے کا
جگر میں آٹھ پہر خار سا کھٹکنے کا
مزا ہے جوشِ جوانی میں سر پٹکنے کا
لہو میں پھر یہ روانی رہے رہے نہ رہے

شبِ آخر یہ کہہ کر ستاروں کو کیا رخصت
کہ جس کا شام سے تھا آسرا ابتک نہیں آیا

—— ریاضؔ

سُنا تھا ذکرِ فرقت ہے مداوائے غمِ فرقت
کہ اس سے بیقراری میں بھی مل جاتی ہے کچھ راحت
نظر دیدارِ جاناں کی نہ آئی جب کوئی صورت
شبِ آخر یہ کہہ کر ستاروں کو کیا رخصت
کہ جس کا شام سے تھا آسرا ابتک نہیں آیا

شامِ فراق ذکرِ جوانی میں کٹ گئی
کیا رات تھی کہ ایک کہانی میں کٹ گئی

—— عزیزؔ

ہر شمع کی گداز نہانی میں کٹ گئی
دریا کی ساری عمر روانی میں کٹ گئی
جو زندگی تھی عالمِ فانی میں کٹ گئی
شامِ فراق ذکرِ جوانی میں کٹ گئی
کیا رات تھی کہ ایک کہانی میں کٹ گئی

صبح تک وہ بھی نہ چھوڑی تُو نے اے بادِ صبا
یادگارِ رونق محفل تھی پروانے کی خاک

—— آسی غازیپوری

لے اُڑی اس کو بھی تو آخر زمانے کی ہوا
ایک ہی عالم پہ قائم رنگِ محفل کب رہا
نام جمشید و سکندر کا بھی آخر مٹ گیا
صبح تک وہ بھی نہ چھوڑی تُو نے اے بادِ صبا
یادگارِ رونقِ محفل تھی پروانے کی خاک

یہ کس نے آخرِ شب داستانِ شوق دُہرائی
زمیں نے کروٹیں بدلیں فلک لیتا ہے انگڑائی

—— نامعلوم (مشہور شعر ہے)

یہ کس کے دل میں اے جذبِ محبّت کس کی یاد آئی
فضائیں تھرتھرا اُٹھی ہیں بول اُٹھی ہے تنہائی
ستاروں نے وفورِ کیفیت سے آنکھ جھپکائی
یہ کس نے آخرِ شب داستانِ شوق دُہرائی
زمیں نے کروٹیں بدلیں فلک لیتا ہے انگڑائی

قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چُپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

—— امیر مینائی

رہا جو یہ کشت و خون کا منظر رہے گی تاریخ رنگ لا کر
جو ہوتے ہیں وار یہ برابر وہ سینۂ وقت میں ہیں نشتر
جو ظلم ڈھاتے ہیں بیکسوں پر ملیں گے وہ خاک میں سراسر
قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چُپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

ستم بن جائے تمہید کرم ایسا بھی ہوتا ہے
محبّت میں ترے سر کی قسم ایسا بھی ہوتا ہے

—— حسرت موہانی

خوشی سے مُسکرا دے چشمِ نم ایسا بھی ہوتا ہے
نشاط انگیز بن جائے الم ایسا بھی ہوتا ہے
کھل اُٹھے غنچہ بن کے خارِ غم ایسا بھی ہوتا ہے
ستم بن جائے تمہیدِ کرم ایسا بھی ہوتا ہے
محبّت میں ترے سر کی قسم ایسا بھی ہوتا ہے

ہماری طرح فرقت میں وہ گھبراتے تو آ جاتے
سحر ہونے کو ہے اب آ چکے آتے تو آ جاتے

—— نامعلوم

زباں دے کر وہ اتنا بھی نہ شرماتے تو آ جاتے
غم و رنج و تعب ان کو بھی تڑپاتے تو آ جاتے
بہت سے وسوسے دل میں نہ اُٹھ جاتے تو آ جاتے
ہماری طرح فرقت میں وہ گھبراتے تو آ جاتے
سحر ہونے کو ہے اب آ چکے آتے تو آ جاتے

دل سے اُٹھتا ہے جاں سے اُٹھتا ہے
یہ دُھواں سا کہاں سے اُٹھتا ہے
—میر

بطنِ کون و مکاں سے اُٹھتا ہے
وہم سے یا گماں سے اُٹھتا ہے
سوز و ساز نہاں سے اُٹھتا ہے
دل سے اُٹھتا ہے جاں سے اُٹھتا ہے
یہ دُھواں سا کہاں سے اُٹھتا ہے

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سُوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

—— انشاء اللہ خاں

چمن میں گُل کھلانے کے سوا کس کام تو آئی
خبر تجھ کو کہاں یہ زندگی پُر درد ہے کتنی
ہم ایسے بے دلوں سے آ کے تُو بے فائدہ اُلجھی
نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سُوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

میرؔ عمداً بھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

—— میرؔ

یوں کوئی جان سے گذرتا ہے
آہ ایسا بھی کوئی کرتا ہے
دل میں نشتر سا اِک اترتا ہے
میرؔ عمداً بھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

کتنے بیگانے ہوتے ہیں یہ جانے پہچانے لوگ
اپنی ان سے کیسے نبھے گی ہم ٹھہرے دیوانے لوگ

—— نامعلوم

ہم نے مانا ان لوگوں میں سب ہیں جانے مانے لوگ
یہ بھی تو کہنا پڑتا ہے ہیں یہ لوگ سیانے لوگ
ہم میں ہوش و حواس کہاں ہے یہ سب ہیں فرزانے لوگ
کتنے بیگانے ہوتے ہیں یہ جانے پہچانے لوگ
اپنی ان سے کیسے نبھے گی ہم ٹھہرے دیوانے لوگ

کہہ کے یہ پھیر لیا منہ مرے افسانے سے
فائدہ روز کہی بات کے دُہرانے سے

—— مرزا فہیم گورکھپوری

ایسا برتاؤ کیا کرتے ہیں دیوانے سے
ایسا کرتے ہیں یگانے سے نہ بیگانے سے
فائدہ کیا تھا مجھے آپ کا سر کھانے سے
کہہ کے یہ پھیر لیا منہ مرے افسانے سے
فائدہ روز کہی بات کے دُہرانے سے

کون اُٹھ کے ترے در سے ادھر جائے ادھر جائے
جو کچھ بھی گذرنا ہے یہیں کیوں نہ گذر جائے

— نامعلوم[1]

اُٹھ جائے یہاں سے جو بتا دے وہ کدھر جائے
ویرانیِ عالم میں کہاں خاک بسر جائے
اس سے تو کوئی دور نہ جائے یہیں مر جائے
کون اُٹھ کے ترے در سے ادھر جائے ادھر جائے
جو کچھ بھی گذرنا ہے یہیں کیوں نہ گذر جائے

---

[1] سر تیج بہادر کے یہاں مشاعرے میں دریاباد الہ آباد کے ایک شاعر کو یہ شعر میں نے پڑھتے سنا تھا۔ تخلص یاد نہیں رہا۔
فراق

سب کو اپنے اپنے دُکھ ہیں سب کو اپنی اپنی پڑی ہے
اے دلِ غمگیں تیری کہانی کون سنے گا کِس کو سنائیں

—— فراق

کوئی کسی کی بات نہ پُوچھے اس دُنیا کی رسم یہی ہے
ایک دوسرے سے بیگانہ جہاں جاؤ نفسی نفسی ہے
جس درِ دل کو کھڑکائیں گے دیکھیں گے زنجیر لگی ہے
سب کو اپنے اپنے دُکھ ہیں سب کو اپنی اپنی پڑی ہے
اے دل غمگیں تیری کہانی کون سنے گا کس کو سنائیں

مارا ہے کوہکن نے سر اپنے پہ تیشہ آہ
دل کو لگی ہو چوٹ تو کیا آدمی کرے

— منتظر شاگرد مصحفی

اُف بےستوں سے دور تھی شیریں کی خوابگاہ
حائل یہ فاصلہ ہو تو ہو کس طرح نباہ
پتھّر کو کاٹتے ہوئے پتھرا گئی نگاہ
مارا ہے کوہکن نے سر اپنے پہ تیشہ آہ
دل کو لگی ہو چوٹ تو کیا آدمی کرے

یاں تو جو آئے ہے وہ پاس ہی بیٹھے ہے ترے
ہم کہاں تک ترے پہلو سے سرکتے جائیں

—جرأت

تجھے کیا فکر یہاں کوئی رہے یا نہ رہے
تجھ سے اِک بات کہیں ہم تو اگر دل سے سنے
ہے یہی بزم میں گھس بیٹھ تو ہم باز آئے
یاں تو جو آئے ہے وہ پاس ہی بیٹھے ہے ترے
ہم کہاں تک ترے پہلو سے سرکتے جائیں

کیا ہنسے اب کوئی اور کیا رو سکے
دل ٹھکانے ہو تو سب کچھ ہو سکے

—— میر حسن

ہائے بے خوابی کوئی کیا سو سکے
غم زدہ کیا پا سکے کیا کھو سکے
رو سکے تو داغ دل کے دھو سکے
کیا ہنسے اب کوئی اور کیا رو سکے
دل ٹھکانے ہو تو سب کچھ ہو سکے

پہلو میں نگار ہاتھ میں جام
اس وقت تو بادشاہ کیا ہیں
——صبا

مجھ سے بڑھ کر ہے کون خوش کام
ہیں مہر و مہ و نجوم خُدّام
میرے بس میں ہے دَورِ ایّام
پہلو میں نگار ہاتھ میں جام
اس وقت تو بادشاہ کیا ہیں

حال سب میری سخت جانی کا
باڑھ کہتی ہے مُڑ کے خنجر سے

——پنڈت رتن ناتھ سرشار

قصّہ جور یار جانی کا
واقعہ میری بے زبانی کا
ماجرا اُس کی جانستانی کا
حال سب میری سخت جانی کا
باڑھ کہتی ہے مُڑ کے خنجر سے

آبِ حیواں پیوں بجائے شراب
ایسی اے خِضر مجھ کو پیاس نہیں

—— ناسخ

پی کے میں کیا جیوں بجائے شراب
اور مشروب خون بجائے شراب
زہر ہی پی نہ لوں بجائے شراب
آبِ حیواں پیوں بجائے شراب
ایسی اے خِضر مجھ کو پیاس نہیں

Al

ناصری قبر پہ عبرت کے لئے لکھوا دو
طول کھینچا ہے یہاں تک شبِ تنہائی نے

——— پروفیسر مہدی حسن ناصری

زندگی ختم ہوئی شہرِ خموشاں کو چلو
جو امانت تھی زمیں کی وہ زمیں کو سونپو
عُمر بھر ہجر میں جاگے تھے اب آرام کرو
ناصری قبر پہ عبرت کے لئے لکھوا دو
طول کھینچا ہے یہاں تک شبِ تنہائی نے